مسئلہ: سفر میں سنن رواتب کا حکم

لفضیلۃ الشیخ ابی محمد امین اللہ البشاوری حفظہ اللہ

1: راجح یہ ہے کہ سنت کی دو قسمیں ہیں ایک وہ جو کسی حال میں نہیں چھوڑا جائے گا اور وہ وتر اور فجر کی سنت ہے۔ رسول اللہ ﷺ سفر میں بھی وتر سواری پر بیٹھ کر ادا کرتے تھے اور اتر کر زمین پر بھی، جیساکہ صحاح اور سنن کی عام احادیث میں یہ منقول ہے اور فجر کی سنت بھی سفر میں پڑھی ہے جیسا کہ قصہ لیلۃ التعریس میں منقول ہے: "ثم دعا بماء فتوضاء ثم صلی سجدتین (ای رکعتین) ثم اقیمت الصلاۃ فصلی صلاۃ الغداۃ" (فتح الباري: 462/2، صحیح مسلم، دارقطني وابن ماجه)

رہے باقی سنن تو ان کا نہ پڑھنا سنت ہے اور یہی راجح قول ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ کی اتباع یہی ہے کہ سنت ترک کیا جائے اور حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہما بھی اس پر دلیل ہے کہ نبی ﷺ ابوبکر، عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم کا یہ عمل تھا کہ وہ سنت نہیں پڑھتے تھے۔ (متفق علیہ)

ہاں نوافل، تہجد، صلاۃ الضحی، صلاۃ الاشراق اور رکعتی الزوال وغیرہ پڑھنا چاہئے اور یہی ابن عمر رضی اللہ عنہما کا مذہب ہے جو کہ نوافل مطلقہ کو جائز سمجھتے ہیں اور سنن راتبہ پڑھنے پر رد کر رہے ہیں۔

اس کے متعلق **اقوال علماء** چھ ہیں جن میں:

1: ایک تو مطلقاً منع کی ہے۔

2: جواز مطلقاً، 3: سنن رواتب اور نوافل مطلقہ میں فرق کرنا۔ اور یہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کا مذہب ہے جیسا ابن ابی شیبہ نے صحیح سند کے ساتھ ذکر کیا ہے۔

4: بعض دن اور رات کے نوافل مطلقہ میں فرق کرتے ہیں۔

5: بعض پہلے اور بعد میں پڑھے جانے والے سنن میں فرق کرتے ہیں تو وہ اس نفی کو بعد کے سنن پر محمول کرتے ہیں اور سنت اور نوافل کو جائز سمجھتے ہیں۔

6: ابن القیم رحمہ اللہ نے یہ بات پسند کی ہے کہ نبی ﷺ نے سفر میں نہ تو فرض سے پہلے سنت پڑھی اور نہ اس کے بعد، مگر وتر اور سنت فجر پڑھتے تھے اور اس کو سفراً اور حضراً ترک نہیں فرماتے تھے۔ (زادالمعاد: 456/1)

7: اور امام بخاری رحمہ اللہ اپنی صحیح میں یہ ثابت کرتے ہیں کہ پہلے سنت پڑھی جائے گی اور بعد والے منقول نہیں ہیں کیونکہ وہ اپنی روایات پر عمل کرتے ہیں اور ہمیں تو دیگر روایات بھی صحیح نظر آتی ہیں جیساکہ ترمذی وغیرہ جن میں بعد والے بھی منقول ہیں لیکن وہ نوافل ہیں۔

اور ان سب میں راجح قول امام ابن القیم رحمہ اللہ کا ہے اور یہی سنت کی اتباع ہے اور جن روایات میں آیا ہے کہ نبی ﷺ نے ظہر کے بعد دو رکعت پڑھی تو وہ نوافل ہیں، نہ کہ سنت، کیونکہ اگر سنت ہوتا تو پھر پہلے بھی پڑھتے۔ اسی طرح باقی نمازوں کے ساتھ کیوں نہ پڑھتے، سو یہ دلیل ہے کہ یہ تطوع اور نوافل مطلقہ ہیں اور سنن رواتب نہیں ہیں۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ نماز میں قصر سہولت اور تیسیر کیلئے کی گئی ہے لہٰذا اگر یہ سنن رواتب سفر میں ضروری سمجھا جائے تو پھر مشقت آئے گی حالانکہ شریعت نے مشقت کو مدفوع کیا ہے اور فرض کو بھی آدھا کر دیا ہے۔ فتدبر

اور علامہ مبارکفوری رحمہ اللہ (المرعاۃ: 395/3) میں فرماتے ہیں: میرے نزدیک راجح یہی ہے کہ وتر اور فجر کی سنت کو ترک نہیں کیا جائے گا اور جو باقی رواتب قبلی اور بعدی ہیں تو وہ بندے کے اختیار میں ہوتے ہیں، اگر پڑھتا ہے تو ثواب ملتا ہے اور نہ پڑھے تو حرج نہیں یعنی سنت مؤکد نہیں ہیں بلکہ نوافل کے درجے میں ہیں۔ انتہی

لیکن **راجح** یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے سنت پڑھنا ثابت نہیں ہے، کماتقدم۔ اور اگر کوئی ان دو رکعات کو سنت کہتا ہے تو پھر ہم کہیں گے کہ سنت احیاناً ثابت ہیں بیاناً للجواز، البتہ عام حالات میں رسول اللہ ﷺ نے چھوڑے ہیں۔

اور احمد کی جس روایت میں صلاۃ الرکعتین قبل الظہر آئے ہیں تو اس سے مراد زوال کے بعد دو رکعات ہیں جیساکہ ترمذی کی ایک اور روایت اور ابوداود میں ہے ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: "صحبت رسول الله ﷺ ثمانية عشر سفرا فما رايته ترك الركعتين اذا زاغت الشمس قبل الظهر" لہٰذا یہ زوال کی نماز ہے، کیونکہ اگر اس کو سنت مان لیں تو پھر مغرب اور عشاء کی سنت کیوں نہیں پڑھی؟

مغنی 141/2 میں ہے کہ: امام حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "كان اصحاب رسول الله ﷺ يسافرون فيتطوعون قبل المكتوبة وبعدها" یعنی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم فرائض سے پہلے اور بعد میں نفل پڑھتے تھے۔ پھر ابن عمر رضی اللہ عنہما کے حدیث اور حسن بصری رحمہ اللہ کے اثر کے درمیان تطبیق یوں

دی ہے کہ حسن رحمہ اللہ کی حدیث دلیل ہے کہ پڑھنے میں کوئی حرج نہیں اور ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث دلیل ہے کہ نہ پڑھنے میں بھی کوئی حرج نہیں۔ وکمافي فقهالسنة: 252/1

لیکن یہ تطبیق صحیح نہیں ہے کیونکہ اس حدیث الباب سے معلوم ہوا کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ان لوگوں پر رد کرتے ہیں جو سفر میں سنت پڑھتے ہیں تو کس طرح ان کی حدیث کو ان کے مراد کے خلاف پر محمول کیا جائے بلکہ ظاہر یہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا یہ فعل محمول ہے نوافل پر کیونکہ تطوع لفظ اس پر دلیل ہے۔ تو سفر میں نوافل زیادہ پڑھنے چاہیئے اور سنت نہیں پڑھنا چاہیئے۔ اور حالت سفر کو حالت حضر پر قیاس کرنا بھی صحیح نہیں ہے کیونکہ عبادات کے باب میں قیاس بند ہے، اور عمومات سے کسی خاص عبادت میں استدلال کرنا صحیح نہیں ہے۔

اور **بعض جاهل** کہتے ہیں: اللہ تعالی نے تو اپنا نصف حصہ معاف کر دیا لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنا حق معاف نہیں کرتے لہٰذا وہ پورا پڑھا جائے گا، اور جو لوگ سنت نہیں پڑھتے ان کو بری نگاہ سے دیکھا جاتا ہے، یہ بات بے ادبی پر مبنی ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ کے مقابلے میں لا کھڑا کیا ہے (**والعياذ بالله**) اس بات کا نقل کرنا خود دلیل رد ہے، لہٰذا ایسے وقت میں سنت کو ترک کرنا چاہیئے۔